https://farid.ps/articles/israel_assassination_of_folke_bernadotte/ur.html

کاؤنٹ فولکے برنادوت کا قتل

فولکے برنادوت ایک سویڈش سفارت کار، رئیس اور انسانی ہمدرد تھے جن کی زندگی 20ویں صدی کے وسط کے کچھ سب سے ہنگامہ خیز واقعات سے گہرا تعلق رکھتی تھی۔ 1895 میں سویڈش شاہی خاندان میں پیدا ہوئے، برنادوت نے دوسری عالمی جنگ کے آخری مہینوں میں بین الاقوامی شہرت حاصل کی جب انہوں نے "**سفید بسوں**" کے ریسکیو مشن کی قیادت کرتے ہوئے نازی حراستی کیمپوں سے 30,000 سے زائد قیدیوں کی رہائی کے لیے مذاکرات کیے۔ ایک غیر جانبدار، رحم دل اور عملی مذاکرات کار کے طور پر ان کی ساکھ نے انہیں یورپ کے سب سے معزز انسانی ہمدردوں میں سے ایک بنا دیا۔

1948 میں، جب نو تشکیل شدہ **اقوام متحدہ** نے مشرق وسطیٰ میں اپنا پہلا بڑا امتحان کا سامنا کیا، برنادوت کو تنظیم کا پہلا **سرکاری ثالث** مقرر کیا گیا۔ اقوام متحدہ کی تقسیم کے منصوبے اور اسرائیل کی ریاست کے اعلان کے بعد عرب-اسرائیل تنازعہ تیزی سے یہودی اور عرب فورسز کے درمیان مکمل جنگ میں تبدیل ہو گیا۔ اقوام متحدہ ایک ایسے ثالث کی تلاش میں تھی جو دونوں فریقوں کے درمیان غیر جانبداری سے کام کر سکے، بین الاقوامی احترام حاصل کرے اور انتہائی غیر مستحکم صورتحال میں سفارتی مہارت رکھتا ہو۔ برنادوت کا ثابت شدہ مذاکراتی ریکارڈ، سویڈش کے طور پر ان کی غیر جانبداری اور جنگ کے دوران ان کا انسانی تجربہ انہیں اس نازک اور بے مثال مشن کے لیے مثالی امیدوار بنا دیتا تھا۔

انسانی اور سفارتی کامیابیاں

عرب-اسرائیل تنازعہ میں شامل ہونے سے پہلے، کاؤنٹ فولکے برنادوت پہلے ہی ایک انسانی ہمدرد اور سفارت کار کے طور پر دیرپا شہرت حاصل کر چکے تھے۔ ان کی سب سے نمایاں کامیابی دوسری عالمی جنگ کے آخری مہینوں میں آئی جب انہوں نے نازی حراستی کیمپوں سے دسیوں ہزار افراد کو بچانے والی ایک جرأت مندانہ ریسکیو مشن کی قیادت کی۔ سویڈش ریڈ کراس کے نائب صدر کے طور پر، برنادوت نے اپنے سفارتی رابطوں، پرسکون مزاج اور اخلاقی ہمت کا استعمال کرتے ہوئے نازی اعلیٰ حکام، بشمول تیسری رائخ کے سب سے طاقتور شخصیات میں سے ایک ہینرک ہملر، کے ساتھ براہ راست مذاکرات کیے۔

صبر، تدبر اور حکمت عملی سے غیر جانبداری کے امتزاج سے، برنادوت نے 1945 کے اوائل میں جرمن کیمپوں سے تقریباً **30,000 قیدیوں** کی رہائی اور انخلاء کو یقینی بنایا۔ رہا ہونے والوں میں سکینڈینیوین، فرانسیسی، پولش اور بہت سے یہودی قیدی

شامل تھے جو نازی حکومت کے خاتمے کے دوران فوری موت کا سامنا کر رہے تھے۔ ان کی کوششوں کا اختتام "سفید بسوں" کے نام سے مشہور ایک جرأت مندانہ ریسکیو آپریشن کی تخلیق پر ہوا۔

سفید بسوں کا منصوبہ لاجسٹک اور انسانی جدت تھی۔ برنادوت نے بسوں، ٹرکوں اور ایمبولینسز کا ایک قافلہ منظم کیا — سب کو مکمل طور پر سفید رنگ دیا گیا اور بڑے سرخ صلیبوں سے نشان زد کیا گیا — تاکہ جنگ کے افراتفری میں غیر جانبدار گاڑیوں کے طور پر نمایاں ہوں۔ یہ گاڑیاں جرمنی اور مقبوضہ یورپ کے خطرناک جنگی علاقوں سے گزریں، ریونس بروک، ڈاکاؤ اور نیوئنگامے جیسے حراستی کیمپوں سے قیدیوں کو اکٹھا کیا اور انہیں غیر جانبدار سویڈن میں محفوظ مقام تک پہنچایا۔ بسوں کا سفید رنگ جان بوجھ کر فوجی نقل و حمل سے ممتاز کرنے اور انسانی مقصد کی نشاندہی کرنے کے لیے منتخب کیا گیا تھا — ایک خیال جس نے بعد میں تنازعات کے علاقوں میں انسانی اور طبی گاڑیوں کو بین الاقوامی قانون کے تحت تحفظ فراہم کرنے کی جدید پالیسی کو متاثر کیا۔

برنادوت کا مشن خطرات سے خالی نہ تھا۔ قافلے اتحادی بمباروں کے مسلسل حملوں کی دھمکی اور مقامی نازی کمانڈروں کی رکاوٹوں کے تحت کام کر رہے تھے۔ ان چیلنجز کے باوجود، آپریشن توقعات سے زیادہ کامیاب رہا، ہزاروں جانیں بچائیں اور یہ ظاہر کیا کہ سب سے وحشیانہ حکومتوں کے ساتھ بھی سفارتی مذاکرات ٹھوس انسانی نتائج دے سکتے ہیں۔

ان کی قیادت اور ہمت کے لیے، برنادوت کو اخلاقی سالمیت اور عملی رحم دلی کے علامت کے طور پر بین الاقوامی سطح پر سراہا گیا۔ سویڈش ریڈ کراس کے ساتھ ان کے کام نے غیر جانبداری اور انسانی خدمت کے اعلیٰ ترین آئیڈیلز کی عکاسی کی — وہ اصول جو بعد میں انہیں اقوام متحدہ کا پہلا ثالث مقرر کرنے کی رہنمائی کرتے تھے۔ سفید بسوں کا آپریشن نہ صرف جانیں بچاتا تھا بلکہ جنگ کے بعد کے انسانی قانون اور جدید امن برقرار رکھنے کی پالیسیوں کی بنیاد رکھنے میں بھی مدد کرتا تھا، جس سے برنادوت انسانی سفارت کاری کے علمبردار بن گئے۔

اقوام متحدہ کے ثالث کی تقرری اور 1948 کا مشن

دوسری عالمی جنگ کے دوران اپنے غیر معمولی انسانی کام کے بعد، کاؤنٹ فولکے برنادوت بین الاقوامی اعتماد اور اخلاقی اتھارٹی کی شخصیت بن چکے تھے۔ ان کی غیر جانبداری، سفارت کاری اور رحم دلی کا ریکارڈ **اقوام متحدہ** کو انہیں پہلا **سرکاری ثالث** مقرر کرنے پر مجبور کرتا تھا — بین الاقوامی سفارت کاری میں ایک نیا اور بے مثال کردار۔ مئی 1948 میں، اقوام متحدہ نے اپنا

سب سے فوری بحران کا سامنا کیا: برطانوی مینڈیٹ کے خاتمے اور اسرائیل کی ریاست کے اعلان کے بعد فلسطین میں مکمل پیمانے پر جنگ کا پھٹ پڑنا۔

1947 کا اقوام متحدہ کا تقسیم کا منصوبہ (جنرل اسمبلی کی قرارداد 181) نے برطانوی فلسطین مینڈیٹ کو دو آزاد ریاستوں — ایک یہودی اور ایک عرب — میں تقسیم کرنے اور یروشلم کو بین الاقوامی انتظام کے تحت رکھنے کی تجویز پیش کی۔ جبکہ یہودی رہنماؤں نے اس منصوبے کو سفارتی فتح اور ریاستیت کی قانونی بنیاد کے طور پر قبول کیا، فلسطینی عرب اور پڑوسی عرب ریاستیں نے اسے گہرے غیر منصفانہ کے طور پر مسترد کر دیا۔

اس وقت، فلسطینی عرب آبادی کا تقریباً دو تہائی حصہ تھے، جبکہ یہودی صرف ایک تہائی تھے۔ پھر بھی، منصوبے نے تجویز کردہ یہودی ریاست کو فلسطین کے کل رقبے کا 55 فیصد مختص کیا، حالانکہ یہودی آبادی قانونی ملکیت کے تحت زمین کا 7 فیصد سے بھی کم رکھتی تھی۔ باقی — زیادہ تر عرب ملکیت والے علاقے اور زرعی زمینیں — ایک ٹکڑوں میں بٹے اور معاشی طور پر کمزور عرب ریاست کی بنیاد بنتیں۔ فلسطینیوں اور وسیع تر عرب دنیا کے لیے، یہ تقسیم منصفانہ سمجھوتہ نہیں بلکہ ایک طرح کی قبضہ گیری تھی، جو نوآبادیاتی انخلاء کے سائے اور ہولوکاسٹ کے بعد بین الاقوامی جرم کے احساس میں ڈیزائن کی گئی تھی۔

عرب اور فلسطینی قیادت کے لیے، اقوام متحدہ کا فیصلہ خود ارادیت کے اصول اور آبادیاتی اور علاقائی ملکیت کی جیتے جاگتے حقیقت دونوں کی خلاف ورزی تھی۔ اسے ایک غیر ملکی سیاسی وجود کی جبری مسلط کرنے کے طور پر دیکھا گیا جس کی اکثریتی آبادی نے نہ تو رضامندی دی تھی اور نہ ہی اس کی تخلیق میں مشورہ کیا گیا تھا۔ منصوبے نے تاریخی فلسطین کی وحدت کو مؤثر طریقے سے توڑ دیا اور عربوں نے اسے برطانوی مینڈیٹ کے تحت شروع ہونے والے اور سائنسٹ تحریک کی سرپرستی میں یہودی ہجرت کی لہروں سے تیز ہونے والے طویل محرومی کے عمل کا اختتام سمجھا۔

لہذا، جب اسرائیل نے 14 مئی 1948 کو آزادی کا اعلان کیا اور عرب فوجیں اگلے دن مداخلت کیں، جنگ کو عرب دنیا میں جارحیت کا عمل نہیں بلکہ جبری تقسیم کے خلاف مزاحمت اور فلسطین کی علاقائی اور سیاسی سالمیت کے دفاع کی کوشش کے طور پر دیکھا گیا۔ اس ماحول میں — جنگ، بے گھری اور تاریخی تلخی — کاؤنٹ فولکے برنادوت کو اقوام متحدہ کا پہلا ثالث کے طور پر بھیجا گیا۔

ان کی ساکھ اور خلوص کے باوجود، برنادوت جلد ہی تنازعہ کو چلانے والی نظریاتی اور مذہبی عقائد کی پوری طاقت کا سامنا کر گئے۔ سائنسٹ تحریک کے اندر بہت سے رہنما، بشمول مین اسٹریم نیشنلسٹ اور لہی (سٹرن گینگ) جیسے انتہا پسند دھڑے، یہ مانتے تھے کہ عہد نامہ قدیم میں بیان کردہ ایریٹز اسرائیل کی پوری زمین یہودی قوم کا ابدی اور الہی طور پر مقرر کردہ وطن ہے۔

ان کے لیے، یہ الہی حکم بین الاقوامی قانون، سیاسی سمجھوتہ یا سفارتی مذاکرات سے بالاتر تھا۔ تقسیم کا تصور — جو ان کے مقدس علاقے کے کسی حصے میں **عرب ریاست** کو تسلیم کرتا تھا — ان کے نزدیک محض سیاسی رعایت نہیں بلکہ **روحانی غداری** تھی۔

الہی خودمختاری میں یہ غیر مصالحتی یقین برنادوت کے مشن کو بہت سے سائنسٹ رہنماؤں، خاص طور پر زیر زمین عسکریت پسندوں کی نظریاتی بنیاد کے ساتھ براہ راست تنازعہ میں ڈالتا تھا۔ پھر بھی، وہ انصاف اور عملیت کے درمیان مشترکہ بنیاد تلاش کرنے کے عزم کے ساتھ جاری رہے۔ ان کی انتھک کوششوں نے جنگ میں **پہلی جنگ بندی** کو جنم دیا، جو **11 جون 1948** کو اعلان کی گئی، لڑائی کو عارضی طور پر روکا اور دونوں طرف کے شہریوں تک انسانی امداد پہنچنے دی۔

اس جنگ بندی کے دوران، برنادوت نے انصاف اور انسانی تشویش کے اصولوں کی رہنمائی میں اپنا پہلا **امن تجویز** تیار کیا۔ انہوں نے تجویز کیا کہ **یروشلم کو اس کی عالمگیر مذہبی اہمیت کی وجہ سے بین الاقوامی کنٹرول** میں دیا جائے؛ **فلسطینی مہاجرین کو اپنے گھروں میں واپس آنے کی اجازت** دی جائے یا معاوضہ دیا جائے؛ اور **علاقائی ایڈجسٹمنٹ** کیے جائیں — **لیلیلی کو اسرائیل اور نیگیو صحرا کو عربوں** کو دے کر — زیادہ منصفانہ زمین کی تقسیم پیدا کرنے کے لیے۔

اگرچہ منصوبہ اعتدال اور خلوص سمجھوتہ کی کوشش کی عکاسی کرتا تھا، لیکن اسے دونوں فریقوں نے فوراً مسترد کر دیا۔ عرب حکومتیں اسے اسرائیل کے وجود کی ضمنی شناخت کے طور پر مسترد کرتی تھیں، جبکہ بہت سے سائنسٹ دھڑوں، خاص طور پر دائیں بازو کے زیر زمین، نے اسے ایریٹز اسرائیل پر یہودی دعوے کی غداری قرار دیا۔ انتہا پسند حلقوں میں، برنادوت کو امن ساز نہیں بلکہ الہی قسمت کا رکاوٹ — ایک غیر ملکی افسر جو بائبل کی پیش گوئی کی تکمیل میں مداخلت کرنے کی جرات کرتا تھا — کے طور پر دیکھا جانے لگا۔

پھر بھی، برنادوت یہ مانتے رہے کہ اگر عقل اور انسانیت نظریہ اور انتقام پر غالب آجائے تو امن ممکن ہے۔ انہوں نے سفارت کاری پر یقین برقرار رکھا، یہاں تک کہ جب انتہا پسند گروہوں نے ان کی موجودگی کو ناقابل برداشت سمجھنا شروع کر دیا۔ افسوسناک طور پر، امن اور بین الاقوامی قانون کے لیے ان کی وابستگی نے انہیں جلد ہی ان لوگوں کے ساتھ مہلک تصادم کی طرف لے جایا جو مانتے تھے کہ ان کا مشن خدا کی طرف سے مقدس ہے اور اس لیے مذاکرات سے بالاتر ہے۔

فولکے برنادوت کا قتل

ستمبر ہ 1948 تک، کاؤنٹ فولکے برنادوت کا فلسطین مشن انہیں 20 ویں صدی کے سب سے غیر مستحکم تنازعات کے مرکز میں لا کھڑا کیا تھا۔ اقوام متحدہ کے ثالث کے طور پر ان کا کردار غیر جانبداری کا تقاضا کرتا تھا، لیکن غیر جانبداری خود ایک ایسی جنگ میں ناقابل برداشت ہو گئی تھی جو وجودی خوف اور مقدس یقین سے چل رہی تھی۔ مخالف فریق ان کی امن تجاویز کو مصالحت کے اشارے نہیں بلکہ ان کی قانونی حیثیت اور الٰہی مقصد کے لیے خطرے کے طور پر دیکھتے تھے۔

عرب ریاستوں کے لیے، برنادوت کی ثالثی اسرائیل کی ریاست کو ضمنی طور پر تسلیم کرتی تھی — جو وہ عرب اور فلسطینی حقوق کی ناقابل قبول خلاف ورزی سمجھتے تھے۔ سائنسٹ تحریک کے لیے، خاص طور پر اس کی عسکریت پسند دھڑوں کے لیے، ان کی تجاویز ایسی زمین چھیننے کی کوشش تھیں جسے وہ خدا کی طرف سے وعدہ شدہ یہودی قوم کے لیے مانتے تھے۔ یہ خیال کہ ایک بین الاقوامی ادارہ — یا غیر ملکی سفارت کار — ایریٹز اسرائیل کی سرحدیں سیاسی سہولت کے مطابق دوبارہ کھینچ سکتا ہے، ان کے لیے کفر کی ایک شکل تھی۔

ان گروہوں میں سب سے انتہا پسند لہی تھا، جسے سٹرن گینگ بھی کہا جاتا ہے، ایک زیر زمین سائنسٹ تنظیم جو طویل عرصے سے اسرائیل کی زمین سے برطانوی اور عرب دونوں فورسز کو بے دخل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کی حامی تھی۔ لہی کے ارکان کا ماننا تھا کہ وہ بائبل کے اسرائیل کو دوبارہ حاصل کرنے کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں اور کسی بھی سمجھوتے کو مسترد کرتے تھے جو ان کے مقدس علاقے پر عرب خودمختاری کو تسلیم کرتا ہو۔ ان کے لیے، برنادوت کا امن منصوبہ — جو یروشلم پر بین الاقوامی کنٹرول، فلسطینی مہاجرین کی واپسی اور عربوں کو علاقائی رعایتوں کا مطالبہ کرتا تھا — سفارتی کوشش نہیں بلکہ خدا کے وعدے اور یہودی قوم کی قسمت کے خلاف غداری کا عمل تھا۔

17 ستمبر 1948 کو، برنادوت کی زندگی تشدد کے ساتھ ختم ہو گئی۔ اقوام متحدہ کے نشان زدہ قافلے میں یروشلم کے کاتامون محلے سے گزرتے ہوئے، فرانسیسی اقوام متحدہ افسر کرنل آندرے سیروٹ کے ہمراہ، انہیں اسرائیلی فوجیوں کے بھیس میں لہی کے جنگجوؤں نے گھات لگا کر حملہ کیا۔ جب گاڑیاں ایک چیک پوائنٹ پر سست ہوئیں، حملہ آوروں میں سے ایک — بعد میں یہوشوا کوہن کے طور پر شناخت ہوا — برنادوت کی گاڑی کے قریب آیا اور قریب سے کئی گولیاں چلائیں، جس سے برنادوت اور سیروٹ فوراً ہلاک ہو گئے۔

اس قتل نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ برنادوت غیر مسلح تھے، بین الاقوامی قانون کے تحفظ کے تحت سفر کر رہے تھے اور صرف انسانی اور سفارتی مشن میں مصروف تھے۔ ان کا قتل نہ صرف ایک شخص پر حملہ تھا بلکہ اقوام متحدہ کی اتھارٹی اور بین الاقوامی امن برقرار رکھنے کے نازک آئیڈیل پر حملہ تھا۔

واقعے کے فوراً بعد، اسرائیلی عبوری حکومت نے ڈیوڈ بین گوریون کی قیادت میں قتل کی عوامی طور پر مذمت کی اور لہی اور ارگون، دوسری بڑی زیر زمین ملیشیا کو غیر قانونی قرار دیا۔ تاہم، جواب مکمل احتساب تک نہیں پہنچا۔ اگرچہ لہی کے کئی ارکان کو گرفتار کیا گیا، لیکن کسی کو جرم کی سزا نہ ہوئی۔ چند سالوں میں، تنظیم کو معافی دے دی گئی، اور اس کے کچھ سابق ارکان نے اسرائیلی حکومت میں عہدے سنبھالے۔

بین الاقوامی سطح پر، برنادوت کے قتل نے غصہ اور سوگ کو جنم دیا، خاص طور پر سویڈن اور اقوام متحدہ میں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے انہیں رسمی خراج تحسین پیش کیا، اور ان کی موت نے تنازعات کے علاقوں میں زیادہ منظم امن برقرار رکھنے اور اقوام متحدہ کے عملے کے تحفظ کے لیے کوششوں کو متحرک کیا۔ تاہم، سیاسی طور پر، ان کا مشن نامکمل رہا۔ ان کے نائب، ڈاکٹر رالف بنچ، نے بعد میں ان کا کام دوبارہ شروع کیا اور 1949 کے آرمسٹس معاہدوں کے کامیاب مذاکرات کیے، جس کے لیے بنچ کو نوبل امن انعام ملا۔

بہت سے مورخین کے لیے، برنادوت کا قتل مقدس قوم پرستی اور بین الاقوامی سفارت کاری کے تصادم کی علامت تھا — ایک ایسی دنیا کے نظریے کے درمیان جو الہی حق میں جڑا ہوا تھا اور دوسرا جو سمجھوتہ اور انسانی قانون پر مبنی تھا۔ ان کی موت نے عسکریت پسند نظریہ کے سامنے اخلاقی قائل کرنے کی حدود اور ناقابل مطابقت والے مطلق کے درمیان ثالثی کی کوشش کرنے والوں کے سامنے آنے والے خطرات کو ظاہر کیا۔

کاؤنٹ فولکے برنادوت کی میراث ان کے قتل کی المیہ میں نہیں بلکہ ان آئیڈیلز میں زندہ ہے جن کے لیے وہ لڑے: جنون پر عقل، تشدد پر قانون، اور یہ یقین کہ دنیا کے سب سے تقسیم شدہ مقامات پر بھی، امن ایک اخلاقی ضرورت ہے جس کے لیے مرنا قابل قدر ہے۔

نتائج اور میراث

17 ستمبر 1948 کو کاؤنٹ فولکے برنادوت کے قتل نے بین الاقوامی برادری میں صدمے کی لہریں بھیجیں۔ یہ پہلا موقع تھا جب نو تشکیل شدہ اقوام متحدہ کے ایک نمائندے کو امن مشن کے دوران جان بوجھ کر قتل کیا گیا۔ بہت سے لوگوں کے لیے، قتل بین الاقوامی قانون کی نازکیت کی علامت تھا جو عالمی جنگ اور نسل کشی سے ابھی ابھی ابھر رہی دنیا میں تھی۔ اس نے نئی اسرائیلی ریاست کے درمیان تناؤ کو بھی بے نقاب کیا، جو خودمختاری کے قوم پرست اور مذہبی نظریے میں جڑی ہوئی تھی، اور برنادوت کی عکاسی کرنے والے عالمی امن، مذاکرات اور ذمہ داری کے آئیڈیلز۔

سویڈن میں، برنادوت کی موت کو گہرے سوگ اور غم و غصے کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ وہ قومی ہیرو تھے — جنگ کے دوران اپنی انسانی کوششوں کے لیے سراہا جاتا تھا اور عالمی امور میں اخلاقی آواز سمجھا جاتا تھا۔ سویڈش اخبارات نے قتل کو وحشت قرار دیا اور انصاف کا مطالبہ کیا۔ سویڈش حکومت نے اسرائیل اور اقوام متحدہ کو رسمی احتجاج پیش کیے، لیکن سفارتی احتیاط نے جلد ہی غصے کو کم کر دیا۔ اسرائیلی ریاستیت کے ابتدائی سالوں میں، چند قومیں نئی ریاست کے ساتھ تعلقات کو خطرے میں ڈالنا چاہتی تھیں، اور سویڈن نے، اپنے غصے کے باوجود، اس معاملے کو مزید تصادم کے بغیر تاریخ میں گم ہونے دیا۔

اقوام متحدہ نے برنادوت کے قتل کا جواب امن برقرار رکھنے اور تنازعات کے علاقوں میں اپنے نمائندوں کے تحفظ کے لیے اپنی وابستگی کی دوبارہ تصدیق کرتے ہوئے دیا۔ ان کے نائب، **ڈاکٹر رالف بنچ**، ایک امریکی سفارت کار اور ماہر تعلیم، کو برنادوت کا مشن جاری رکھنے کے لیے نامزد کیا گیا۔ بنچ کے صبر آزما مذاکرات نے اسرائیل اور اس کے عرب پڑوسیوں کے درمیان **1949 کے آرمسٹس معاہدوں** کو جنم دیا۔ اس کامیابی کے لیے بنچ کو **نوبل امن انعام** ملا، جو پہلا افریقی نژاد امریکی تھا۔ تاہم، یہ وسیع پیمانے پر تسلیم کیا گیا کہ ان کی کامیابی برنادوت کے کام اور قربانی کی بنیاد پر تعمیر کی گئی تھی۔

اسرائیل کے اندر، جواب زیادہ مبہم تھا۔ عبوری حکومت نے قتل کی عوامی طور پر مذمت کی اور ذمہ دار انتہا پسند گروہوں کو غیر قانونی قرار دیا، لیکن انصاف کی تلاش محدود تھی۔ اگرچہ **لہی** کے ارکان کو گرفتار کیا گیا، لیکن برنادوت کے قتل کے لیے کسی کو سزا نہ ہوئی۔ چند سال بعد، ایک عمومی معافی کے تحت، لہی کے سابق ارکان کو قانونی نتائج سے رہا کر دیا گیا اور کچھ نے اسرائیلی عوامی زندگی میں عہدے سنبھالے — سب سے نمایاں طور پر **یتزحاک شامیر**، جو بعد میں **اسرائیل کے وزیر اعظم** بنے۔

سب سے حیران کن ستم ظریفی شاید یہ ہے کہ **یہوشوا کوہن**، لہی کا جنگجو جس کی شناخت برنادوت اور کرنل آندرے سیروٹ پر مہلک گولیاں چلانے والے شوٹر کے طور پر ہوئی، اسرائیل کے بانی وزیر اعظم **ڈیوڈ بین گوریون** کا قریبی دوست اور ذاتی باڈی گارڈ بن گیا۔ کوہن نے بعد میں نیگیو کے کبوتز **سدے بوکر** میں آباد ہوئے جہاں بین گوریون ریٹائر ہوئے؛ دونوں کئی سالوں تک ساتھ ساتھ رہے، روزانہ چہل قدمی اور بات چیت کرتے۔ یہ حقیقت کہ اقوام متحدہ کے پہلے امن ثالث کے قاتل نے بالآخر اس شخص کی حفاظت کی جو اس قتل کی مذمت کرنے والی ریاست بنائی تھی، اسرائیل کے ابتدائی سالوں کی اخلاقی منافقت کو ظاہر کرتی ہے۔

برنادوت کے قتل کے اخلاقی اور سیاسی اثرات اب بھی گونج رہے ہیں۔ ان کی موت نے یہ ظاہر کیا کہ **مذہبی قوم پرستی**، جب سیاسی طاقت کے ساتھ مل جاتی ہے، سمجھوتہ کو ناممکن بنا سکتی ہے اور ثالثوں کو دشمنوں میں بدل سکتی ہے۔ برنادوت کے لیے، سفارت کاری انسانی ہمدردی کی توسیع تھی — یہ یقین کہ مکالمہ اور ہمدردی نفرت اور خوف پر قابو پا سکتی ہے۔ ان کے

قاتلوں اور انہیں متاثر کرنے والے نظریہ کے لیے، زمین خود مقدس تھی، اور مذاکرات الٰہی حق کی ہتھیار ڈالنے کے برابر تھی۔ **عالمگیر اخلاقیات اور مقدس قوم پرستی** کے درمیان یہ تصادم مشرق وسطیٰ کے بعد کے تنازعات میں گونجے گا اور امن سازی کی دیرپا چیلنجز میں سے ایک بنا رہے گا۔

ان کی موت کی المیہ کے باوجود، برنادوت کی میراث ان اداروں اور آئیڈیلز میں زندہ ہے جن کی تشکیل میں انہوں نے مدد کی۔ ان کی انسانی جدت – جیسے **سفید بسوں** اور امدادی آپریشنز کی غیر جانبداری پر ان کی اصرار – جدید پالیسیوں کی پیشرو تھیں جو بین الاقوامی قانون کے تحت انسانی گاڑیوں اور عملے کو تحفظ فراہم کرتی ہیں۔ اقوام متحدہ کے ثالث کے طور پر ان کی خدمت نے مستقبل کی **اقوام متحدہ کی امن برقرار رکھنے والی مشنز** کی بنیاد رکھی، غیر جانبداری، انسانی رسائی اور فعال جنگی علاقوں میں سفارت کاری کے استعمال کے لیے نظیر قائم کی۔

کاؤنٹ فولکے برنادوت کو آج نہ صرف سیاسی انتہا پسندی کا شکار کے طور پر یاد کیا جاتا ہے بلکہ **اخلاقی ہمت اور بین الاقوامی ضمیر** کی علامت کے طور پر بھی۔ ان کی زندگی نے انسانی امداد اور عالمی سفارت کاری کے دنیاؤں کو جوڑا، اور ان کی موت نے ان خطرات کو اجاگر کیا جو تشدد اور امن کے درمیان کھڑے ہونے والوں کا سامنا کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا فلسطین مشن نامکمل رہا، لیکن وہ اصول جن کے لیے وہ جیتے – رحم دلی، غیر جانبداری اور انسانی زندگی کی قدر پر غیر متزلزل یقین – ہمارے دور کے ہر امن کوشش کے لیے ناگزیر ہیں۔

نتیجہ

1948 میں کاؤنٹ فولکے برنادوت کا قتل نہ صرف ایک شخص کی خاموشی تھی بلکہ ان امن اور اخلاقی سفارت کاری کے آئیڈیلز پر علامتی وار تھا جن کی وہ نمائندگی کرتے تھے۔ ان کی موت نے اقوام متحدہ کے جنگ کے بعد کی دنیا میں انصاف اور انسانیت کو برقرار رکھنے کی جدojis میں سب سے پہلے اور سب سے تکلیف دہ ناکامیوں میں سے ایک کو نشان زد کیا۔ **سویڈن** کے لیے، نقصان گہرا ذاتی تھا۔ برنادوت قومی ہیرو تھے – ایک اعلیٰ پیدائش کا آدمی جس نے اپنی حیثیت اور اثر و رسوخ کو دوسروں کی خدمت کے لیے استعمال کیا۔ اسرائیل کی طرف سے ان کے قاتلوں کو عدالت کے کٹہرے میں لانے سے انکار نے **سویڈش-اسرائیلی تعلقات** میں ایک زخم چھوڑا جو کبھی مکمل طور پر نہیں بھرا۔ آج تک، وہ تعلقات سرد ہیں، اور **سویڈش شاہی خاندان نے کبھی اسرائیل کا سرکاری دورہ نہیں کیا**، اس جرم کی دیرپا سایہ کا خاموش گواہ۔

تاہم، برنادوت کی یاد صرف سویڈن کی نہیں ہے۔ اسے **فلسطینی عوام** بھی یاد کرتے اور عزت دیتے ہیں، جو انہیں اپنے وطن میں جاری المیہ کا سامنا کرنے والے چند بین الاقوامی شخصیات میں سے ایک کے طور پر دیکھتے تھے۔ جب **نقبہ** — 1948 میں فلسطینیوں کی بڑے پیمانے پر بے گھری — نے لاکھوں کو ان کے گھروں سے چھین لیا، برنادوت عالمی سفارت کاروں میں تقریباً اکیلے کھڑے تھے جو ان کے **واپسی کے حق** کی حمایت کرتے تھے اور مستقل جلاوطنی کی ناانصافی کی مذمت کرتے تھے۔ ان کی تجاویز، جو انصاف اور انسانی اصول میں جڑی ہوئی تھیں، بے گھر ہونے والوں کو وقار اور بحالی کا ایک نظارہ پیش کرتی تھیں جو ابھی تک حقیقت نہیں بن سکی۔

ان کی رحم دلی اور ہمت کے اعتراف میں، غزہ شہر کے لوگوں نے ان کی عزت میں ایک سڑک کا نام رکھا: **کاؤنٹ برنادوت سٹریٹ (شارع کونت برنادوت)**، جو جنوبی **رمال محلے** میں واقع ہے۔ سادہ نیلا نشان، جو عربی اور انگریزی دونوں میں لکھا گیا، دہائیوں تک کھڑا رہا جیسے سویڈش ثالث کے لیے خاموش خراج تحسین جو ان کی زمین پر امن لانے کی کوشش میں مر گیا۔ یہ نہ صرف شکر گزاری بلکہ یاد بھی تھی — برنادوت کے اخلاقی نظریے اور ابھی تک انصاف کی تلاش میں ایک قوم کی دیرپا جدوجہد کے درمیان ایک پل۔

آج، وہ سڑک — اور اس کے گرد غزہ شہر کا بڑا حصہ — کھنڈرات میں پڑا ہے۔ **2023** سے غزہ پر چھوڑی گئی تباہی کے بعد سے، رمال محلہ ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا ہے۔ کاؤنٹ برنادوت سٹریٹ کی تباہی ایک نشان کی نقصان سے زیادہ ہے؛ یہ ایک یاد کی مٹانے اور اس تکلیف کا آئینہ ہے جسے برنادوت نے ایک بار روکنے کی کوشش کی تھی۔

اس تصویر میں ایک المناک ہم آہنگی ہے: ایک آدمی جو مظلوموں کو بچانے کے لیے جنگی لکیروں کو پار کرتا تھا اب ایک سڑک میں یاد کیا جاتا ہے جو اب جنگ کے ملبے تلے دب گئی ہے۔ پھر بھی، کھنڈرات میں بھی، ان کا نام قائم ہے — جیسا کہ سویڈن میں، اقوام متحدہ میں، اور ان لوگوں کے دلوں میں جو اب بھی ان کے مشن پر یقین رکھتے ہیں۔ کاؤنٹ فولکے برنادوت کی میراث ان سب کی ہے جو ہمت، رحم دلی اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ امن، چاہے کتنا ہی نازک ہو، پوری انسانیت کے لیے ایک فرض ہے۔

حوالہ جات

- **Bernadotte, Folke. To Jerusalem.** London: Hodder & Stoughton, 1951.
- **اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی. قرارداد 181 (II): فلسطین کے مستقبل کی حکومت.** 29 نومبر 1947.

- اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل. S/773: فلسطین کے لیے اقوام متحدہ کے ثالث کاؤنٹ فولکے برنادوت کی رپورٹ برائے پیش رفت، 14 مئی 1948 کی قرارداد 186 (S-2) کے مطابق پیش کی گئی. 16 ستمبر 1948.
- اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی. قرارداد 194 (III): فلسطین – اقوام متحدہ کے ثالث کی رپورٹ برائے پیش رفت. 11 دسمبر 1948.
- Bunche, Ralph. فلسطینی تنازعہ پر منتخب دستاویزات، 1947–1949. New York: اقوام متحدہ کے آرکائیوز، 1950.
- Segev, Tom. One Palestine, Complete: Jews and Arabs Under the British Mandate. New York: Henry Holt, 2000.
- Morris, Benny. 1948: A History of the First Arab–Israeli War. New Haven: Yale University Press, 2008.
- Horne, Edward. A Job Well Done: The Story of the White Buses. سٹاک ہوم: سویڈش ریڈ کراس، 1949.
- Peretz, Don. The Arab–Israeli Dispute. New York: Facts On File, 1996.
- سویڈن کا وزارت خارجہ. کاؤنٹ فولکے برنادوت، 1895–1948 کی یادگاری خراج تحسین. سٹاک ہوم: حکومتی پرنٹنگ، 1949.
- Khalidi, Walid (ایڈیٹر). From Haven to Conquest: Readings in Zionism and the Palestine Problem until 1948. Washington, D.C.: Institute for Palestine Studies, 1971.
- Pappé, Ilan. The Ethnic Cleansing of Palestine. Oxford: Oneworld Publications, 2006.
- اقوام متحدہ کا دفتر اطلاعات. "Count Folke Bernadotte: In Memoriam." New York, 1949.